اسلامی معاشی نظام میں عدم استحکام اور تحقیقات امام احمد رضا خان: عصری و تحقیقی جائزہ

Instability in the Islamic Economic System and Research of Imam Ahmad Raza Khan's Contemporary and Research Review

Hafiz Muhammad Aqib Bilal
M.Phil Scholar Islamic Research Center
Bahaudeen Zakaria University Multan
Email: muhammadaqib0011@gmail.com
Hafiz Muhammad Kashif
PhD Scholar Department of Usooluddin, University of Karachi
Email: 786kashif2015@gmail.com
Muhammad Wasi-ul-Akhlaq
M.Phil Scholar Faculty of Usooluddin
International Islamic University Islamabad (IIUI)
Email: drmfareedsaeedi@gmail.com

ABSTRACT

The passage discusses the concept of an Islamic society, emphasizing that it is a structured and composed society designed according to the purpose for which humans were created. The implementation and fulfillment of this purpose are considered essential for the social and economic aspects of such a society, with its principles and regulations derived from the creator. The Quran is highlighted as the guiding source for the principles and regulations, emphasizing obedience to Allah and the Prophet. The economic policy proposed by Imam Ahmed Raza Khan is mentioned as a means to achieve economic stability in Islamic society, suggesting the formation of a committee to implement these principles for the development and well-being of Pakistan's Islamic society and addressing issues related to Kashmir and Palestine at the government level.

Keywords: Human societies, Economy, Qur'an and Sunnah, Messenger of Allah, Ahmed Raza Khan

تمہید:

سب سے پہلے معاشرہ کی تعریف اور ان امور کو مختصر طور پر بیان کیا جارہا ہے جن کے ذریعے انسانی معاشرہ کی کڑیاں ملتی ہیں اور پھر ان کے بعد معاشرہ کے معاشی نظام کے فساد اور عدم استحکام کے اسباب وعلل پر کلام کیا جائے گا۔

معاشرہ کی لغوی تعریف:

جماعتی زندگی، جس میں ہر فرد کو رہنے سہنے، اپنی ترقی اور فلاح و بہبود کے لئے دوسروں سے واسطہ پڑتا ہے۔ سوسائٹی۔ سماج۔ (اردو جمع معاشروں) معاشرے۔[1]

معاشرہ کی اصطلاحی تعریف:

علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ مقالات کاظمی میں لکھتے ہیں:

کسی خاص مقصد کی تکمیل کے لئے انسانی گروہ کا مل جل کر زندگی بسر کرنا معاشرہ کہلاتا ہے۔

معاشرہ کے اغراض و مقاصد:

زندگی کے کچھ اغراض و مقاصد ہیں اور ان اغراض و مقاصد کے تحت ضروریات کی تکمیل مقاصد میں جو ضرورتیں پیش آتی ہیں ان کو پورا کرنے کے لئے کوئی نہ کوئی طریق کار ہوتا ہے اور ہر طریق کے لئے کچھ اصول و ضوابط جن کی قدروں پر مقاصد کی اقدار قائم ہوتی ہیں یہی اقدار معاشرے کے حسن و قبح کا معیار اور اس کی برائی بھلائی کا مناط و مدار کہلاتی ہیں۔[2]

اچھا مقصد اچھا معاشرہ برا مقصد بدترین معاشرہ:

معاشرے کی بنیادی اچھائی اور برائی مقصد پر موقوف ہے اچھے مقصد کے لئے مل جل کر زندگی بسر کرنا اچھا معاشرہ اور برے مقصد کے لئے مجتمع ہونا بنیادی طور پر بدترین معاشرہ ہے۔[3]

انسانی معاشرہ کی تباہی کے بنیادی سبب کی ایک تمثیل:

کوئی شخص موجد جب کسی چیز کو ایجاد کرتا ہے تو سب سے پہلے اس کے ذہن میں مقصد موجود ہوتا ہے۔ اپنے علم و ارادہ کے مطابق اس کا متعین کرنا اسی کا کام ہے۔ کسی دوسرے کو حق نہیں پہنچتا کہ اس کی صنعت و ایجاد کی غرض و غایت کے بارے میں دخل اندازی کرے، جب مقصد ایجاد میں غیر موجد کا دخل نہیں تو ضروریات و طریق کار اور اس کے اصول و ضوابط میں شرکت غیر کا تصور کیونکر پیدا ہو سکتا ہے اور اگر اس کے برخلاف غیر موجد نے مقصد ایجاد اور اس کے ماتحت ضروریات اور ان کے طریق کار کے قواعد و ضوابط میں دخل دیا تو ان کی اقدار میں خلل واقع ہو گا جو انسانی ایجاد کی تقدیر پر معاشرہ کا اصل معیار ہیں۔

انسان کا خالق و موجد اور اس کے مقصد تخلیق کی تعیین کا حق:

چونکہ انسان کا خالق و موجد اللہ تعالی ہے، اس لئے اس کا مقصد تخلیق بھی صرف اللہ تعالی کے علم و ارادہ میں ہونا چاہئیے جس کی تعیین کا حق اس کے لیے محفوظ ہونا ضروری ہے کسی کو حق نہیں پہنچتا کہ انسان کی پیدائش اور اس کی حیات و بقاء کے مقصد کی تعیین میں دخیل ہو یا اس

کی ضروریات کے طریق کار اور اس کے قواعد وضوابط میں خدا تعالی کے خلاف اپنے علم وارادہ کو دخل دے اللہ تعالی نے تخلیق انسانی کا مقصد متعین فرمادیا (کہ میں نے انسان کو صرف اپنی عبادت کے لیئے پیدا کیا ہے) اس کی انسانی ضرورتوں کے تمام طریق کار اور ان کے جملہ اصول وضوابط اور شرائع واحکام کے ذریعے واضح فرمادیئے، ان میں خلل اندازی یقینا انسانی معاشرہ کی تباہی کا موجب ہوگی۔[4]

علامہ کاظمی علیہ الرحمۃ مقالات کاظمی جلد 1 کے صفحہ نمبر 425 پر لکھتے ہیں:

قانون وضابطہ کے بغیر معاشرہ:

کوئی اجتماعی زندگی اور معاشرہ کسی باقاعدہ طور اور قانون وضابطے کے بغیر نہیں چل سکتا۔[5]

طریق کار اور اس کے اصول میں مناسبت

علامہ کاظمی اسلامی معاشرہ کا فلسفہ بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ

طریق کار اور اس کے اصول میں مناسبت کا ہونا ضروری ہے اور طریق کار چونکہ انقضاء ضرورت کے لئے ہیں اس لئے ان دونوں کا بھی ایک دوسرے کے مناسب ہونا لابدی (ضروری) ہے، پھر ضرورت اصل مقصد کے لئے ہوتی ہے لہذا مقصد وضرورت کا ہم آہنگ ہونا بھی لازمی امر ہے۔ بیان سابق کا اجمال جن تفصیلات کو اپنے دامن میں لئے ہوئے ہے اس کا خاکہ حسب ذیل ہے۔

تہذیب اخلاق۔ تدبیر منزل۔ سیاست مدنیہ، سیاست ملکیہ۔ بین الاقوامی تعلقات ان پانچ عنوانات کے تحت انسانی معاشرہ کا پورا نظام ہے جس میں حقوق العباد، حقوق اللہ سب داخل ہیں۔ تجارت، زراعت، صنعت وحرفت، مزدوری، معاملات، حکومت، سیاست کوئی چیز اس سے باہر نہیں یہ بات پہلے معلوم ہو چکی ہے کہ انسانی زندگی اور اس کا پورا اجتماعی نظام اس کے مقصد تخلیق کے ماتحت ہے، جس کی تعیین کا حق اس کے خالق وموجد کے سوا کسی کو نہیں اس کی تکمیل کے لئے تمام ضروریات اسی مقصد کے ماتحت ہوں گی۔ ضروریات کے پورا کرنے کا طریق کار اور اس کے اصول وضوابط کی تدوین وترتیب کا حق بھی خالق وموجد کے لئے محفوظ ہوگا۔ مختصر یہ کہ انسانی معاشرہ کی بہتری کا دارومدار اسی ترتیب پر ہے، انسان کے نظام حیات اور اس کے معاشرہ میں اگر یہ ترتیب باقی نہ رہے تو یقینا اس میں فساد رونما ہوگا، موجودہ

معاشرہ کی تمام خرابیاں (اور معاشی عدم استحکام) اسی طبعی ترتیب کے فقدان کے باعث ہیں۔
جہالت، رشوت، ظلم و تعدی، سود خوری، مکاری، دغابازی، حق تلفی، کذب وافتراء، چوری، شراب خوری، قماربازی، زنا، لوٹ گھسوٹ اور ہر قسم کے عیوب و نقائص و بد اخلاقیاں اسی فطری اعتدال کے فقدان کا نتیجہ ہیں۔[6]

اسلامی معاشرہ میں در آنے والی تمام برائیوں اور بے اعتدالیوں کا واحد حل:

علامہ کاظمی مزید فرماتے ہیں کہ

تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ جہاں بھی مذہبی طاقت کو کمزور کر کے صرف قانونی جبر سے اصلاح معاشرہ کی کوشش کی گئی سوائے ناکامی کے کچھ حاصل نہ ہوا۔[7]

اسلامی معاشرہ کی اصلاح کے لئے ضروری امر:

جلد نمبر 1 کے صفحہ نمبر 429 پر لکھتے ہیں کہ

علماء ومشائخ کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے ذاتی اغراض و مقاصد کو بالائے طاق رکھ کر خالص دینی و مذہبی نقطہ نظر سے عوام کی راہنمائی کی خدمت انجام دیں اور مذہب کو اپنے ذاتی اغراض کی تکمیل کا آلہ نہ بنائیں۔[8]

معاشیات کی لغوی تعریف:

صاحب القاموس لکھتے ہیں:

المعيشة اللتى تعيش بها من المطعم والمشرب وماتكون به الحياة ومايعاش به.[9]

(معیشت سے مراد کھانے پینے کے وہ ذرائع جن پر زندگی کا دارومدار ہوتا ہے اور جن سے زندگی بسر کی جاتی ہے)۔

معاشیات کی اصطلاحی تعریف:

معاشیات کو انگریزی زبان میں Economics کہتے ہیں جس کا مادہ ایک لاطینی لفظ OikoNomos ہے جس کے معنی ہیں گھریلو ضابطہ، جرمن زبان میں اس کو politischeoekonomie اور فرانسیسی زبان میں Economic politiqve کہا جاتا ہے

اصطلاح میں اس کا مطلب یہ ہے کہ معاشیات وہ علم ہے جس میں انسان کے اس خاص طرز عمل کا مطالعہ کیا جاتا ہے جو محدود ذرائع کی مدد سے لامحدود خواہشات کی تکمیل کے لئے اختیار کیا جاتا ہے۔ Encyclopedia of

Science میں معاشیات کی اس طرح تعریف کی گئی:

Econics deals with a socil phenomenon centes about the provision for the mater ial need of an individul and of the organied.[10]

(معاشیات کا واسطہ ایسے معاشرتی امر سے پڑتا ہے جو ایک فرد سے لے کر منتظم گروہ کی مادی ضروریات کی فراہمی پر اپنی توجہ مرکوز رکھتا ہے)۔

اقتصادیات کا معنی:

الاقتصاد قصد سے نکلا ہے جس کا معنی ہے کسی معاملے میں اعتدال و میانہ روی اختیار کرنا۔

ابن منظور افریقی قصد سے حسب ذیل مطلب نکالتے ہیں:

القصد فی المعیشة : ان لایسرف ولایقتر۔[11]

نامور مفکرین اسلام اور معاشیات

امام غزالی (م505ھ)

معاشیات کی تشریح و تعبیر کرتے ہوئے امام غزالی لکھتے ہیں:

دنیا میں رہنا بغیر کھائے پیئے ناممکن ہے تو یہاں رہ کر کمانا ضروری اور لازمی ہے لہذا کمانے کے صحیح طریقوں کو جاننا ضروری ہے۔[12]

ابن خلدون (م808ھ)

ابن خلدون لکھتے ہیں:

ان المعاش هو عبارة عن ابتغاء الرزق والسعي في تحصيله.[13]

(معاش رزق ڈھونڈنے اور اسے حاصل کرنے کے لئے کی جانے والی جدوجہد کا نام ہے)۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (م1176ھ)

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علم معیشت کی تعریف کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں:

هو الحكمة الباحثة عن كيفية أقامة المعاملات و المعاونات والاكساب على الارتفاع ثاني.[14]

(ارتفاع ثانی کے طور پر افراد معاشرہ کے اشیاء باہمی تبادلہ، ایک دوسرے سے معاشی تعاون اور ذرائع معیشت و آمدن کی حکمت سے بحث کرنے کا نام علم معیشت ہے)۔

قرآن مجید میں آیات معیشت:

قرآن پاک میں معیشت کے عنوان پر متعدد آیات موجود ہیں جن میں دو آیات درج ذیل ہیں:

ارشاد ربانی ہے

أَهُمْ يَقْسِمُونَ رَحْمَتَ رَبِّكَ نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَعِيشَتَهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ لِيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُخْرِيًّا وَرَحْمَتُ رَبِّكَ خَيْرٌ مِمَّا يَجْمَعُونَ. [15]

(کیا تمہارے رب کی رحمت وہ بانٹتے ہیں ہم نے اُن میں ان کی زیست کا سامان دنیا کی زندگی میں بانٹا اور اُن میں ایک دوسرے پر درجوں بلندی دی کہ ان میں ایک دوسرے کی ہنسی بنائے اور تمہارے رب کی رحمت ان کی جمع جتھا سے بہتر)۔

اور دوسرے مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمَنْ أَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِي فَإِنَّ لَهُ مَعِيشَةً ضَنْكًا وَنَحْشُرُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَعْمَى. [16]

معاشرہ کے ناسور:

علامہ غلام رسول سعیدی صاحب اپنی کتاب معاشرے کے ناسور میں معاشرے کی ترقی کی راہ میں رکاوٹوں کو بیان کرتے ہوئے سولھویں رکاوٹ کے تحت لکھتے ہیں کہ

> معاشرے کی ترقی کی راہ میں سولھویں رکاوٹ تاجر ہیں۔ جن کا نصب العین پیسے سے پیسہ بڑھانا ہے۔ اگر ان کا فلور مل ہو تو یہ آٹا پیسنے والے میٹیریل میں روٹیوں کے سوکھے ٹکڑے اور نہ جانے کیا سے کیا ملا دیتے ہیں۔ اگر میڈیکل اسٹور والے ہوں تو ایکسپائر ڈیٹ کی دوائیں بیچ ڈالتے ہیں۔ اگر قصاب ہوں تو لوگوں کو کتے کا گوشت کھلانے سے بھی درغ نہیں کرتے اگر پھل فروش اور سبزیوں والے ہوں تو باسی اجناس اور بیماری پھیلانے والی چیزیں فروخت کرنے میں تامل نہیں کرتے۔ خالص دیسی گھی بیچنے والے لسی میں ڈالٹا ملا کر گھی تیار کرتے ہیں ۔ مٹھائی فروش گریس کی مٹھائیاں بناتے ہیں اور گوجر اور گوالے گندے جوہڑوں کا پانی ملا کر خالص دودھ بیچتے ہیں تاجر برادری ہے جن کا چلن بے ایمانی ہے، ملاوٹ، چور بازاری، ذخیرہ اندوزی اور بلیک مارکیٹنگ جن کا روز مرہ معمول ہے جو دن رات کالا دھن جمع کرتے رہتے ہیں لوگوں کی جیبیں خالی ہوتی رہتی ہیں اور ان کا بینک بیلنس بڑھتا رہتا ہے۔ [17]

معاشرہ کے معاشی نظام میں اساتذہ کی تدریس:

علامہ غلام رسول سعیدی صاحب مزید صفحہ نمبر 24 پر اساتذہ کو مخاطب کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

> ماؤ اور مارکس کے نظریات پڑھاتے ہو، مصطفیٰ ﷺ کی معاشیات نہیں پڑھاتے ، زکوۃ ،

صدقات، قربانی، فطرہ، عشر، خراج، اور جزیہ ایسے ذرائع ہیں آمدنی نہیں بیان کرتے۔ نیشنلائزیشن اور محدود اراضی کے فارمولے بیان کرتے ہو یہ نہیں بتاتے کہ ضرورت کے وقت نبی علیہ السلام نے مالداروں سے دولت مانگ لی تھی چھینی نہیں تھی۔ دولت کو گردش میں رکھنے کے طریقے بتاتے تھے۔ ذخیرہ اندوزی سے منع کیا تھا یہ کہا تھا کہ سائلوں اور محروموں کو مالدار اپنے مال میں سے جو کچھ دیتے ہیں وہ ان کا حق ہے ان پر احسان نہیں ہے ۔وَفِي أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِلسَّائِلِ وَالْمَحْرُومِ.[18] یہ بتلا رہا تھا کہ جو شخص پیٹ بھر کر رات گزارے اور اس کا پڑوسی بھوکا ہو وہ مسلمان نہیں ہے، یہ ہدایت دی تھی کہ اگر تم کسی (کافروں) علاقہ میں جاو بھوکے ہو وہ تمہیں نہ کھلائیں تو ان سے چھین کر کھاسکتے ہو۔ یہ کہا تھا کہ تم میں سے جو شخص مال چھوڑ کر مر جائے وہ اس کے وارثوں کا ہے اور جو قرض چھوڑ کر مر جائے میں ادا کروں گا، اس کے اہل و عیال کی کفالت کروں گا۔ جس کے پاس ڈھیروں مال آتا لیکن وہ صحن مسجد سے اس وقت تک نہیں اٹھاتا تھا جب تک وہ سارا ملا تقسیم نہ ہو جاتا جس کی تعلیم ہے جو چیز لوگوں کو نفع بر قرار رہتی ہے سایہ دار اور پھل دار درخت باقی رہتے ہیں جو کہتا ہے کہ جو تم نے کھالیا فنا ہو گیا وہی باقی رہے گا جو کسی کو کھلا پہنا دیا۔ جس نے فوت ہونے کے بعد اپنا سب کچھ امت کے لیے چھوڑ دیا۔ پیاری بیٹی اور ازواج کو ترکہ نہیں دیا، اس عملی زندگی کے سامنے مارکس اور لینن کے خیالات کی حیثیت کیا ہے؟ کیا نسبت ہے دونوں میں۔ کمیونزم اور سوشلزم کے ذریعہ انسانوں کو غلام نہ بناؤ اللہ کی حاکمیت کو بھیلاؤ، جب تک طلبہ کو یہ تعلیم نہیں دوگے دنیا میں امن نہیں پھیلے گا ببول کے درخت سے پھل اور خار دار جھاڑیوں سے سایہ حاصل نہیں ہو گا۔[19]

اسلامی معاش کی تنزلی کی وجوہات:

سعیدی صاحب مزید رقمطراز ہیں کہ

اسلامی معاشیات کی تنزلی اور ابتری کے ذمہ دار وہ سرمایہ دار اور وڈیرے ہیں جو گورنمنٹ اور بینک سے سود کی بنیاد پر قرض لے کر کارخانے لگاتے ہیں اور زمینیں خریدتے ہیں۔ ایک کارخانے سے دوسرا کارخانہ لگتا ہے اور دوسرے سے تیسرا لگتا چلا جاتا ہے۔ وڈیروں کی زمینوں کا دامن وسیع تر ہوتا جاتا ہے اور مزدور کی اجرت میں کوئی اضافہ نہیں ہوتا۔ ان کے

تمام ذرائع آمدنی انشورڈ ہوتے ہیں۔ اگر ان کے کارخانے میں آگ جائے ان کی بسیں حادثہ میں تباہ ہو جائیں تو انشورنس کمپنی ان کے نقصان کو پورا کر دیتی ہے لیکن اگر مل میں کام کرنے والا کوئی مزدور یا کھیت میں کام کرنے والا کسی حادثہ میں ہلاک یا معذور ہو جائے تو اس کے نقصان کو پورا کرنے کی کوئی گارنٹی نہیں یہ سرمایہ دار اور وڈیرے اس دور کا کینسر ہیں زیادہ سے زیادہ تر کی ہوس نے خود ان کو بھی خدا سے دور کر دیا ہے۔ اور ان کے ظلم اور جابرانہ نظام نے مزدوروں بھی کہیں کا نہیں رکھا۔ وڈیروں کے کردار کا ایک بھیانک رخ یہ ہے کہ ان کے بنگلوں کے عشرت کدے ہاری لڑکیوں کے عصمتوں کے خون سے اجیار ہوتے ہیں۔[20]

پیر محمد کرم شاہ الازہری اپنے مقالات میں حضور ﷺ کا معاشی انقلاب کے عنوان کے تحت اسلامی معاش کی وضاحت میں لکھا:

وہ تمام وسائل جن کی وجہ سے دولت کا بہاؤ کسی فرد واحد یا معاشرہ کے ایک مخصوص طبقہ کی طرف مڑ جاتا ہے، اسلام نے ان کو ہمیشہ کے لیے بند کر دیا ہے۔ وہ ممالک جہاں سرمایہ داری کا عفریت اپنے ہم وطنوں کا خون چوس رہا ہے اور ضرورت مندوں کی ہڈیوں کو چبا رہا ہے، اگر ان کے حالات کو بنظر غائر دیکھیں گے تو آپ اس نتیجہ پر پہنچیں گے کہ دولت کی اس غیر متوازن بلکہ ظالمانہ تقسیم میں ان وسائل معاش کا ہی عمل دخل ہے جنہیں اسلام نے حرام قرار دیا ہے۔ جو قوم یا ملک کے باشندے اسلامی وسائل معاش کی اس تقسیم پر ایمان رکھتے ہیں اور حرام ذرائع سے ایک پائی کمانا بھی جرم تصور کرتے ہیں، وہاں کے معاشرہ میں دولت کی یہ ظالمانہ تقسیم آپ کو نظر نہیں آئے گی۔

دوسرے ازموں کے برعکس اسلام کا انداز اصلاح یہ نہیں کہ پہلے غلاظت کے ڈھیروں کو جمع ہونے کی کھلی چھٹی دی اور جب اس کی عفونت سے دماغ پھٹنے لگے تو ان غلاظت کے ڈھیروں کو دور کرنے کی مجنونانہ مہم میں تخریب کاری کو روا رکھنا شروع کر دیا۔ ابتدا میں مرض کا سد باب نہ کیا۔ جب جسم کے ہر حصے کو وہ متاثر کر چکیں تو اس کے علاج کے لیے قطع و برید کا سلسلہ شروع کر دیا۔ اسلام ان راستوں کو ہی بند کر دیتا ہے اور ان دروازوں کو ہی مسدود کر قرار دیتا ہے جہاں سے اس قسم کی خرابیاں معاشرے میں داخل ہوتی ہیں۔ اگر ایک سود کو کسی ملک میں حتمی طور پر بند کر دیا جائے، تو وہاں چند دنوں میں سرمایہ داری کا ظالمانہ نظام دم

توڑ دے گا۔ اگر رشوت، جوا بازی، ذخیرہ اندوزی کی لعنتوں سے کوئی قوم اپنا دامن بچالے تو معاشی ناہمواریاں اور خوفناک نشیب و فراز کا نام و نشان بھی باقی نہیں رہے گا۔ اسلام نے وہ تمام راہیں بند کر دیں جن کے ذریعے سرمایہ داری کو غذا پہنچتی ہے اور اس کا دیو انسانی شرافت کے مقدس اور نورانی میناروں کو پامال کرنے کی تدبیریں سوچنے لگتا ہے۔ حضور سرور عالم ﷺ پر جو کتاب مقدس نازل ہوئی تھی، اس میں بار بار سرمایہ دارانہ ذہن کی سفاکیوں، فتنہ انگیزیوں اور مفسدہ پردازیوں کا یوں ذکر کیا گیا ہے۔ ارشاد خداوندی ہے:وَإِذَا أَرَدْنَا أَنْ نُهْلِكَ قَرْيَةً أَمَرْنَا مُتْرَفِيهَا فَفَسَقُوا فِيهَا فَحَقَّ عَلَيْهَا الْقَوْلُ فَدَمَّرْنَاهَا تَدْمِيرًا.[21](اور جب ہم ارادہ کرتے ہیں کہ ہلاک کر دیں کسی بستی کو تو ہم وہاں کے رئیسوں کو (نیکی کا) حکم دیتے ہیں مگر وہ نافرمانی کرنے لگتے ہیں اس میں۔ پس واجب ہو جاتا ہے ان پر عذاب کا فرمان۔ پھر ہم اس بستی کو جڑ سے اکھیڑ کر رکھ دیتے ہیں)۔ سورہ سبا میں ہے کہ دولت کی فراوانی کے باعث ان کے امرا و اغنیاء کے ذہن اتنے بانجھ ہو گئے تھے کہ جو انبیاء اپنی صداقت کی روشن نشانیاں لے کر مبعوث کیے گئے تھے اور جن کی آمد کا مقصد صرف یہ تھا کہ انہیں ان بدکاریوں کے ہولناک انجام سے بروقت متنبہ کریں، انہوں نے ان کی دعوت کو ٹھکرادیا اور اپنی غلط فہمی کا برملا اظہار کر دیا کہ ان کے پاس دولت کی فراوانی ہے، ان کے بیٹوں کی تعداد کافی ہے، کوئی طاقت انہیں سزا نہیں دے سکتی۔ ارشاد ربانی ہے:وَقَالُوا نَحْنُ أَكْثَرُ أَمْوَالًا وَأَوْلَادًا وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِينَ.[22](یعنی جب ہم کسی بستی میں ڈرانے والا بھیجتے ہیں تو وہاں کا دولت مند طبقہ برملا کہہ دیتا ہے کہ اے رسولو! ہم تمہاری دعوت قبول کرنے سے انکار کرتے ہیں۔ ہمارے پاس دولت کے انبار ہیں اور اولاد کثیر ہے ہمیں کوئی عذاب نہیں دیا جا سکتا)۔

اسی لیے اسلامی معاشرے میں سرمایہ داروں کے پنپنے کی قطعا کوئی گنجائش نہیں، لیکن اس کے ساتھ ساتھ انسانی فطرت کے ساتھ برسرپیکار ہونے کی جو حماقت اشتراکیت نے کی ہے، اسلام کا دامن اس سے بھی یکسر منزہ ہے۔ روس میں اشتراکی انقلاب کو برپا ہوئی پچاس سال سے (زائد) کا عرصہ گزر چکا ہے۔ انفرادی ملکیت کو ختم کرنے کے لیے بڑے ہی پاپڑ بیلے گئے ہیں اور مظالم کی انتہا کر دی گئی ہے۔ صرف روس میں نجی جائیداد کو اپنے قبضے میں کرنے کے

لیے کروڑوں روسیوں کا خون بہایا گیا ہے، لیکن انسانی فطرت کو مسخ کرنے یا بدلنے کی مہم میں انہیں کامیابی نہیں ہوئی۔

اگر مملکت اسلامیہ کا کوئی شہری قواعد وضوابط کی پابندی کرتے ہوئے جائز اور حلال ذرائع سے دولت کماتا ہے، تو اسلام ایسے شخص کو معاشرہ کا بہترین فرد شمار کرتا ہے لیکن اس طرح کی کمائی ہوئی دولت کو بھی ایسے حکیمانہ انداز سے ایک ہاتھ سے لے کر متعدد اشخاص میں بانٹ دیتا ہے کہ دولت کی فراوانی سے جن برے نتائج کے ظہور کا خطرہ ہوتا ہے ان کا سد باب ہو جاتا ہے اور کسی کی دل شکنی اور دل آزاری بھی نہیں ہوتی اور کسی کے جوش عمل میں بھی کوئی ضعف پیدا نہیں ہوتا۔ اسلام کا نظام وراثت و وصیت وہ ہے جس میں متوفی کی متروکہ، منقولہ اور غیر منقولہ دولت اس کے بیٹوں، اس کی بیٹیوں، اس کی بیوی، اس کے ماں باپ اور بعض حالتوں میں کئی قریبی رشتہ داروں میں بٹ جاتی ہے اسلام ہرگز یہ اجازت نہیں دیتا کہ صرف بڑا بیٹا جدی جائیداد کا وارث ہو اور باقی اولاد کو محروم کر دیا جائے یا صرف بیٹوں کو وراثت میں حصہ ملے اور بیٹیوں کو محروم کر دیا جائے جس طرح یورپ میں لوگ ساری جائیداد اپنے کتوں بلیوں کے نام وصیت کر جاتے ہیں اور اپنے وارثوں کو محروم کر دیتے ہیں۔

ہر ملک خواہ معاشی طور پر ترقی یافتہ ہی کیوں نہ ہو، ایک طبقہ ایسا ضرور ہوتا ہے جو بعض ناگزیر وجوہات کے باعث افلاس و تنگدستی کا شکار ہوتا ہے ایسے لوگوں کی کفالت کی ذمہ داری اللہ تعالی نے صاحب حیثیت لوگوں پر ڈالی ہے۔ جہاں اپنی عبادت کا ذکر کیا ہے، وہاں حاجت مند کی اعانت کرنے کا حکم بھی دیا ہے اور متعدد مقامات پر اس کی تصریح کی ہے کہ اسلام کی نظر میں صرف رسوم عبادت کو بجالانا ہی نیکی نہیں ہے بلکہ صدق دل سے ایمان لانا اور اللہ تعالی کی محبت کے لیے اپنے رشتہ داروں، یتیموں، اور مسکینوں میں مال تقسیم کرنا حقیقی نیکی ہے۔ لَيْسَ الْبِرَّ أَنْ تُوَلُّوا وُجُوهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلَكِنَّ الْبِرَّ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالْكِتَابِ وَالنَّبِيِّينَ وَآتَى الْمَالَ عَلَى حُبِّهِ ذَوِي الْقُرْبَى وَالْيَتَامَى وَالْمَسَاكِينَ وَابْنَ السَّبِيلِ وَالسَّائِلِينَ وَفِي الرِّقَابِ وَأَقَامَ الصَّلَاةَ وَآتَى الزَّكَاةَ وَالْمُوفُونَ بِعَهْدِهِمْ إِذَا عَاهَدُوا وَالصَّابِرِينَ فِي الْبَأْسَاءِ وَالضَّرَّاءِ وَحِينَ الْبَأْسِ أُولَئِكَ الَّذِينَ صَدَقُوا وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ.[23] (کچھ اصل نیکی یہ نہیں کہ منہ مشرق یا مغرب کی طرف کرو ہاں اصل نیکی یہ کہ ایمان لائے اللہ اور قیامت اور فرشتوں اور کتاب

اور پیغمبروں پر اور اللہ کی محبت میں اپنا عزیز مال دے رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور راہ گیر اور سائلوں کو اور گردنیں چھوڑانے میں اور نماز قائم رکھے اور زکوٰۃ دے اور اپنا قول پورا کرنے والے جب عہد کریں اور صبر والے مصیبت اور سختی میں اور جہاد کے وقت یہی ہیں جنہوں نے اپنی بات سچی کی اور یہی پرہیز گار ہیں)۔

سورہ مدثر میں ہے کہ اہل جنت اہل جہنم سے پوچھیں گے تمہیں کونسا جرم دوزخ میں لے گیا تو وہ جواب دیں گے کہ ہم نماز نہیں پڑھتے تھے اور مسکینوں کو کھانا نہیں کھلایا کرتے تھے۔[24]

آخر میں پیر کرم شاہ الازہری اسلام کے معاشی نظام کی خوش اسلوبی پر قرآن مجید کی متعدد آیات پیش کر کے لکھتے ہیں:

آج کی مادیت گزیدہ انسانیت کو اسلام کے تریاق کی اشد ضرورت ہے لیکن یہ اس وقت تک ممکن نہیں جب تک پاکستان اسلامی تعلیمات سے بہرہ ور ہو کر اخلاقی بلندی، روحانی بالیدگی اور معاشی خوشحالی کا مرقع نہ بن جائے۔[25]

مزید پیر کرم شاہ الازہری نے اسلامی معاشرہ کے معاشیات کا اشتراکیت کے ساتھ تقابل و موازنہ پیش کر کے اسلام کے معاشی نظام کی حقیقی تصویر کو دنیا کے سامنے پیش کیا اور یہ ثابت کیا کہ اسلام کے معاشی نظام کے علاوہ دنیا کا کوئی دوسرا معاشی نظام معاشرہ کی خوشحالی کا ضامن نہیں ہو سکتا اسلام کے معاشی نظام کے علاوہ معاشی نظام نقائص اور خرابیوں کی آماجگاہ ہیں۔

امام احمد رضا خان محدث بریلی اور معاشیات:

درج بالا سطور میں انسانی و اسلامی معاشرہ کا تعارف اور تمہید کے طور پر مقالات کاظمی سے چند اقتباسات ملاحظہ کرنے سے یہ بات روز روشن کی طرح ابھر کر اور نکھر کر سامنے آجاتی ہے کہ اسلامی معاشرہ کیسا ہونا چاہئیے، اس کے خدو خال کیا ہونے چاہئیں اور وہ کون سے افعال و کردار ہیں جو اسلامی معاشرہ کے فساد کا سبب و علت بننے میں سر فہرست شمار کئے جاتے ہیں جیسا کہ بیان ہوا کہ اسلامی معاشرہ کی اقدار کا بگڑ جانا طبعی ترتیب اور فطری اعتدال کے فقدان کا نتیجہ ہے۔ یہی عدم اعتدال ہی اسلامی معاشرہ کے معاشی نظام میں عدم استحکام کا سبب اور علت بنتا ہے۔

امام احمد رضا خان محدث بریلی نے اسلامی معاشرہ کے معاشی نظام کو فتاوی رضویہ میں بڑی شرح وبسط کے ساتھ بیان کیا اور ان بنیادی برائیوں اور بے اعتدالیوں کی نشاندہی کی جو کہ اسلامی معاشرہ کے معاشی نظام کو دیمک کی طرح چاٹ رہی ہیں اور ساتھ ہی ان بے اعتدالیوں کی روک تھام اور معاشی ترقی کے لئے اپنی طرف سے چار نکاتی ایجنڈا

پیش فرمایا جو کہ ہمارے معاشرہ کے معاشی نظام میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے اگر کوئی زیرک اور سنجیدہ ماہرین معاشیات اسلامی حکومت کے ذریعے امام احمد رضا خان محدث بریلی کے معاشی نظریات کو عملی جامہ پہنانے میں کامیاب ہو گئے تو اسلامی معاشرہ کا معاشی نظام ایسی ترقی کرے گا کہ دنیا انگشت بدنداں ہو کر رہ جائے۔ اور ساتھ ساتھ تاجر اور عام عوام بھی ان نظریات کو سنجیدہ ہو کر اپنے عمل کا حصہ بنا دے تو مسلمانوں کی معاشی صورتحال درست اور دن بدن توانائی اختیار کرتے ہوئے آخر کار مکمل طور پر مستحکم ہو جائے گی۔

امام احمد رضا خان محدث بریلی کے معاشی نظریات کے عنوان پر جی سی یونیورسٹی فیصل آباد سے 2012ء میں پی ایچ ڈی مقالہ بھی لکھا جا چکا ہے۔ اس کے علاوہ بہت سے ماہرین معاشیات نے امام احمد رضا محدث بریلی کے معاشی نظریات کو سراہا اور خرج تحسین پیش کیا۔

امام احمد رضا خان محدث بریلی اور اسلامی معاشرہ کا معاش نظام:

محدث بریلی قدس سرہ العزیز سے ایک سوال کیا گیا کہ سلطنت عثمانیہ پر ظلم ہو رہا ہے ان کی امداد کیسے کرنی چاہئیے؟

(یہ سوال موجودہ دور 2023ء میں فلسطین اور مسجد اقصی پر امریکہ کے غیر قانونی تعاون کے سہارے یہود کی طرف سے ہونے والی غیر قانونی جنگ اور انسانیت کش حملوں کی صورت میں ہمیں بھی درپیش ہے۔ محدث بریلی کی طرف سے آج سے سو سال پہلے پیش کی گئی تحقیق آج کے ہمارے مسلمانوں کے لیے مشعل راہ اور زاد راہ بن سکتی ہے سائل کا سوال اور محدث بریلی کا تفصیلی جواب ملاحظہ فرمائیے)

فتاوی رضویہ جلد نمبر 15 کے صفحہ نمبر 141 پر موجود رسالہ بنام تدبیر و نجات و اصلاح میں جب آپ سے پوچھا گیا کہ سلطنت اسلامیہ پر ظلم ہو رہا ہے ان کی امداد کیسے کرنی چاہئیے؟

اس سوال کا جواب دیتے ہوئے محدث بریلی نے معاشیات کی تمام جہات کو بیان کرتے ہوئے گویا سمندر کو کوزے میں بند کر دیا ہے، تحریر فرماتے ہیں کہ

> آپ پوچھتے ہیں مسلمانوں کو کیا کرنا چاہئیے؟ اس کا جواب میں کیا دے سکتا ہوں؟ اللہ عزوجل نے تو مسلمانوں کے جان و مال جنت کے عوض خرید لئے ہیں۔ إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَى مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنْفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ.[26] (بیشک اللہ نے مسلمانوں کے جان اور مال خرید لئے ہیں اور اس بدلے پر کہ ان کیلئے جنت ہے مگر ہم ہیں کہ مبیع دینے سے انکار اور ثمن کے خواستگار)۔ ہندی مسلمانوں میں یہ طاقت کہاں کہ وطن و مال و اہل و عیال چھوڑ کر ہزاروں

کوس دور جائیں اور میدان جنگ میں مسلمانوں کا ساتھ دیں مگر مال تو دے سکتے ہیں اس کی حالت بھی سب آنکھوں دیکھ رہے ہیں وہاں مسلمانوں پر یہ کچھ گزر رہی ہے یہاں وہی جیسے ہیں وہی رنگ وہی ٹھیٹر وہی امنگ وہی تماشے وہی بازیاں وہی غفلتیں وہی فضول خرچیاں ایک بات کی بھی کمی نہیں۔ ابھی ایک شخص نے ایک دنیاوی خوشی کے نام سے پچاس ہزار دیئے ایک رائیس نے ایک کالج کو ڈیڑھ لاکھ دیئے اور یونیورسٹی کے لئے تو تیس لاکھ سے زائد جمع ہو گیا ایک رات میں ہمارے اس مفلس شہر سے اس کے لئے چھبیس ہزار کا چندہ ہوا بمبئی میں ایک کم درجہ کے شخص نے ایک کوٹھری چھبیس ہزار روپے کو خریدی فقط اس لئے کہ اس کے وسیع مکان سکونت سے ملحق تھی جسے میں بھی دیکھ آیا ہوں ور مظلوم اسلام کی مدد کیلئے جو کچھ جوش دکھائے جارہے ہیں آسمان سے بھی اونچے اور جو اصلی کاروائی ہو رہی ہے زمین کی تہہ میں ہے پھر کس بات کی امید کی جائے بڑی ہمدردی یہ نکالی ہے کہ یورپ کے مال کا بائیکاٹ ہو میں اسے پسند نہیں کرتا نہ ہرگز مسلمانوں کے حق میں کچھ نافع پاتا ہوں۔

اول تو یہ بھی کہنے ہی کے الفاظ ہیں نہ اس پر اتفاق کریں گے نہ ہرگز اس کو نباہیں گے جن کی گزر بغیر یورپین اشیاء کے نہیں، یہ تو سارا یورپ ہے پہلے اٹلی کا بائیکاٹ ہوا تھا، اس پر کتنوں نے عمل کیا اور کتنے دن نباہا پھر اس سے یورپ کو ضرر بھی کتنا اور ہو بھی تو کیا فائدہ کہ وہ سو ترکیبوں سے اس سے دگنا ضرر پہنچا سکتے ہیں لہذا ضرر رسانی کا ارادہ صرف وہی مثل ہے کہ کمزور اور پٹنے کی نشانی بہتر ہے کہ مسلمان اپنی سلامت روی پر قائم رہیں کسی شریر قوم کی چال نہ سیکھیں، اپنے اوپر مفت کی بدگمانی کا موقع نہ دیں، ہاں اپنی حالت سنبھالنا چاہتے ہیں تو ان لڑائیوں ہی پر کیا موقوف تھا ویسے ہی چاہئیے تھا کہ

چار نکاتی معاشی ایجنڈا:

اولاً: باستثنا ان معدودباتوں کے جن میں حکومت کی دست اندازی ہو اپنے معاملات اپنے ہاتھ میں لیتے، اپنے سب مقدمات اپنے آپ فیصل کرتے یہ کروڑوں روپے جو اسٹام و وکالت میں گھستے جاتے ہیں گھر کے گھر تباہ ہوگئے اور ہوئے جاتے ہیں محفوظ رہتے۔

ثانیا: اپنی قوم کے سوا کسی سے کچھ نہ خریدتے کہ گھر کا نفع گھر ہی میں رہتا اپنی حرفت و تجارت کو ترقی دیتے کہ کسی دوسری قوم کے محتاج نہ رہتے، یہ نہ ہوتا کہ یورپ و امریکہ والے چھٹانگ

بھر تانبا کچھ صناعی کی گھڑنت کر کے گھڑی وغیرہ نام رکھ کر آپ کو دے جائیں اور اس کے بدلے پاؤ بھر چاندی آپ سے لے جائیں۔

ثالثاً: بمبئی، کلکتہ، رنگون، مدراس، حیدر آباد وغیرہ کے تونگر مسلمان اپنے بھائی مسلمانوں کیلئے بنک کھولتے، سود شرع نے حرام قطعی فرمایا ہے مگر اور سو طریقے نفع لینے کے حلال فرمائے ہیں جن کا بیان کتب فقہ میں مفصل ہے اور اس کا ایک نہایت آسان طریقہ کتاب کفل الفقیہ الفاہم میں چھپ چکا ہے، ان جائز طریقوں پر بھی نفع لیتے کہ انہیں بھی فائدہ پہنچتا اور ان کے بھائیوں کی بھی حاجت بر آتی اور آئے دن جو مسلمانوں کی جائدادیں بنیوں کی نذر ہوئی چلی جاتی ہیں ان سے بھی محفوظ رہتے، اگر بنیوں کی جائیداد ہی لی جاتی مسلمان ہی کے پاس رہتی یہ تو نہ ہوتا کہ مسلمان ننگے اور بنیئے تنگے۔

رابعاً: سب سے زیادہ اہم سب کی جان سب کی اصل اعظم وہ دین متین تھا جس کی رسی مضبوطی سے تھامنے نے اگلوں کو ان مدارج عالیہ پر پہنچایا، چار دانگ عالم میں ان کی ہیبت ک سکہ بٹھایا، نان شبینہ کے محتاجوں کو بلند تاجوں کا مالک بنایا اور اسی کے چھوڑنے نے پچھلوں کو یوں ذلت میں گرایا۔فانا للہ وانا الیہ راجعون ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم

دین متین علم دین کے دامن سے وابستہ ہے علم دین سیکھنا پھر اس پر عمل کرنا اپنی دونوں جہاں کی زندگی چاہتے وہ انہیں بتا دیتا، اندھو! جسے ترقی سمجھ رہے ہو سخت تنزل ہے۔ جسے عزت جانتے ہو اشد ذلت ہے۔ مسلمان اگر یہ چار باتیں اختیار کرلیں تو ان شاءاللہ العزیز آج ان کی حالت سنبھل جاتی ہے۔ آپ کے سوال کا جواب تو یہ ہے مگر یہ فرمائیں کہ سوال و جواب سے کیا حاصل جب کوئی اس پر عمل کرنے والا نہ ہو، عمل کی حالت ملاحظہ ہو۔

اول پر یہ عمل ہے کہ گھر کے فیصلہ میں اپنے دعوے سے کچھ بھی کمی ہو تو منظور نہیں اور کچہری جاکر اگرچہ گھر کی بھی جائے ٹھنڈے دل سے پسند، اگر گرہ گرہ بھر زمین پر طرفین سے دو دو ہزار بگڑ جاتے ہیں، کیا آپ ان حالتوں کو بدل سکتے ہیں،فھل انتم منتھون۔

دوم کی کیفیت کہ اول تو خاندانی لوگ حرفت و تجارت کو عیب سمجھتے ہیں۔ اور ذلت کی نوکریاں کرنے ٹھوکریں کھانے، حرام کام کرنے، حرام مال کھانے کو فخر و عزت اور جو

تجارت کریں تو خریداروں کو اتنا حس نہیں کہ اپنی ہی قوم سے خریدیں اگرچہ پیسہ زائد سہی کہ نفع ہے تو اپنے ہی بھائی کا ہے۔ اہل یورپ کو دیکھا ہے کہ دیسی مال اگرچہ ولایتی کی مثل اور اس سے ارزاں بھی ہو ہرگز نہ لیں گے اور ولایتی گراں خرید لیں گے، ادھر بیچنے والوں کی یہ حالت کہ ہندو آنہ روپیہ نفع لے مسلمان صاحب چونی سے کم پر راضی نہیں اور پھر لطف یہ کہ مال بھی اس سے ہلکا بلکہ خراب۔ ہندو تجارت کے اصول جانتا ہے کہ جتنا تھوڑا نفع رکھے اتنا ہی زیادہ ملتا ہے۔ مسلمان صاحب چاہتے ہیں کہ سارا نفع ایک ہی خریدار سے وصول کر لیں ناچار خریدنے والے مجبور ہو کر ہندو سے خریدتے ہیں۔ کیا تم یہ عادتیں چھوڑ سکتے ہو،فهل انتم منتهون۔

سوم کی یہ حالت کہ اکثر امراء کو اپنے ناجائز عیش سے کام ہے، ناچ رنگ وغیرہ بے حیائی یا بیہودگی کے کاموں میں ہزاروں لاکھوں اڑادیں وہ ناموری ہے ریاست ہے اور مرتے بھائی کی جان بچانے کو ایک خفیف رقم دینا ناگوار اور جنھوں نے بنیوں سے لین دین شروع کیا وہ جائز نفع کی طرف توجہ کیوں کریں۔ دین سے کیا کام، اللہ و رسول کے احکام سے کیا غرض، ختنہ نے انہیں مسلمان کیا اور گائے کے گوشت نے مسلمانی قائم رکھی اس سے زائد کیا ضرورت ہے۔ نہ انھیں مرنا ہے نہ اللہ وحدہ قہار کے حضور جانا، نہ اعمال کا حساب دینا انا لله وانا اليه راجعون پھر سود بھی لیں تو بنیا اگر بارہ آنے مانگے یہ ڈیڑھ دو سے کم پر راضی نہ ہوں ناچار حاجت مند بنیوں کے ہتھے چڑھتے ہیں اور جائدادیں ان کی نذر کر بیٹھتے ہیں۔

چہارم کا حال ناگفتہ بہ ہے کہ انٹر پاس کو رزاق مطلق سمجھا ہے وہاں نوکری میں عمر کی شرط پاس کی شرط پھر پڑھائی وہ مفید کہ عمر بھر کام نہ آئے نہ اس نوکری میں اس کی حاجت پڑے اپنی عمر کہ وہی تعلیم کا زمانہ ہے یوں گنوائی، اب پاس ہونے میں جھگڑا ہے تین تین بار فیل ہوتے ہیں اور پھر پٹے چلے جاتے ہیں اور قسمت کی خوبی کہ مسلمان ہی اکثر فیل کئے جاتے ہیں پھر تقدیر سے پاس بھی مل گیا تو نوکری کا پتا نہیں اور ملی بھی تو صریح ذلت کی، اور رفتہ رفتہ دنیوی عزت بھی پائی تو وہ عند الشرع ہزار ذلت کہیے پھر علم دین سیکھنے اور دین حاصل کرنے اور نیک و بد میں تمیز کرنے کا کونسا وقت آئے گا۔ لازم نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ دین کو مضحکہ سمجھتے ہیں، اپنے باپ دادا کو جنگلی و وحشی، بے تمیز، گنوار، نالائق، بیہود، احمق جاننے لگتے ہیں بفرض

غلط اگر یہ ترقی ہوئی تو نہ ہونے سے کروڑ درجے بدتر ہوئی کیا علم دین کی برکتیں ترک کروگے ،فھل انتم منتھون۔

یہ وجوہ ہیں یہ اسباب ہیں، مرض کا علاج چاہنا اور سبب کا قائم رکھنا حماقت نہیں تو کیا ہے اس نے تمہیں ذلیل کر دیا۔ اس نے غیر قوموں کو تم پر ہنسوایا اس نے اس نے اس نے جو کچھ کیا وہ اس نے اور آنکھوں کے اندھے اب تک اس اوندھی ترقی کا رونا روئے جاتے ہیں۔ ہائے قوم وائے قوم یعنی ہم تو اسلام کی رسی گردن سے نکال کر آزاد ہو گئے، تم کیوں قلی بنے ہوئے ہو۔ حالانکہ حقیقۃً یہ آزادی ہی سخت ذلت کی قید ہے جس کی زندہ مثال یہ ترکوں کا تازہ واقعہ ہے۔ اللہ اکرم الاکرمین اپنے حبیب کریم ﷺ کے طفیل سے ہماری اور اسلامی بھائیوں کی آنکھیں کھولے، اصلاح قوم و احوال فرمائے، خطاؤں سے درگزر کرے غیب سے اپنی مدد اتارے، اسلام و مسلمین کو غلبہ قاہرہ دے۔

آمین اله الحق آمین،وحسبنااللہ ونعم الوکیل،ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلي العظیم۔[27]

خلاصہ بحث وسفارشات

انسانی معاشروں میں اسلامی معاشرہ ایک خاص طبعی ترتیب و ترکیب سے مرتب و مرکب معاشرہ ہے کیوں کہ انسان کے خالق و موجد نے جس مقصد کے لیے اسے تخلیق فرمایا واحد اسلامی معاشرہ اسی مقصد کی تعمیل و تکمیل کا علمبردار ہے تو بدیہی بات ہے کہ پھر اس کی معاشرت و معیشت کے طریقے اور اصول و ضوابط بھی اس کے خالق و موجد کے وضع کردہ نافذ ہونے چاہئیں اور دنیا میں ان اصول و ضوابط کا سرچشمہ نبوت و رسالت ہے لہذا اسلامی معاشرے کاوَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا وَاتَّقُوا اللَّهَ[28] کی زندہ جاوید تفسیر بن جانا ہی اس کی اصل منزل و مقصد کی تکمیل کا واحد ذریعہ و راستہ ہے اس کے بغیر سارے راستے اس منزل کی طرف جانے سے مسدود ہو چکے اب اگر اسلامی معاشرہ نے اپنی منزل و مقصد کو حاصل کرنا ہے تو اس کے لئے ایک ہی راستہ ہے اور وہ ہے:

وَمَنْ يُطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَخْشَ اللَّهَ وَيَتَّقْهِ فَأُولَئِكَ هُمُ الْفَائِزُونَ.[29]

اسی تناظر میں اسلامی معاشرہ کی معیشت عدم استحکام سے نجات پاکر مستحکم ہو سکتی ہے۔

قرآن وسنت کی روشنی میں محدث بریلی نے مسلمانوں کے لئے معاشی پالیسی کے طور پر جو چار نکاتی ایجنڈا بیان کیا

ہے یہ بہت کار آمد اور ترقی و خوشحالی کا ضامن ہے یقینا معاشی ترقی کسی بھی قوم کی ہمہ جہت ترقی میں ریڑھ کی حیثت رکھتی ہے حکومت امام احمد رضا خان محدث بریلی کی معاشی پالیسی پر تحقیق کے لئے کمیٹی تشکیل دے اور ماہرین معاشیات اس چار نکاتی ایجنڈے پر عمل درآمد کرانے کے کئے کمربستہ ہو جائیں تاکہ اسلامی معاشرہ کے معاشی حالات ترقی کی راہوں پر گامزن ہوں اور پاکستان کے اسلامی معاشرے کے تمام مسائل سے نمٹنے کے لئے راہیں ہموار ہوں اور پاکستان سرکاری سطح پر کشمیر و فلسطین کی امداد کے لئے عملی اقدامات کر سکے۔

حواشی و حوالہ جات

[1] فیروزالدین، مولوی، فیروزاللغات اردو (لاہور، فیروز سنز پرائیویٹ لمیٹڈ، 2017ء) ص: 1322۔

[2] کاظمی، احمد سعید، مقالات کاظمی (ملتان، پبلی کیشنز، جامعہ اسلامیہ عربیہ انوارالعلوم 2016ء) 4/4024۔

[3] ایضاً، 4/402۔

[4] ایضاً، 4/403۔

[5] ایضاً، 1/415۔

[6] ایضاً، 4/405 تا 407 ملخصاً۔

[7] ایضاً، 4/409۔

[8] ایضاً، 1/429۔

[9] فیروز آبادی، ابو طاہر، محمد بن یعقوب، القاموس المحیط (بیروت، المؤسسۃ العربیۃ) 1/291۔

[10] *Encyclopedia of social sciences , p.168*

[11] ابن منظور، افریقی، محمد بن مکرم، لسان العرب (بیروت، لبنان، مکتبۃ دار صادر) 3/354۔

[12] غزالی، حجۃ الاسلام، امام، ابو حامد، محمد، کیمائے سعادت (لاہور، پاکستان المکتبۃ السلفیۃ) 266۔

[13] ابن خلدون، عبدالرحمن، مقدمہ کتاب العبر ودیوان المبتداء والخبر فی العرب والبربر (دمشق، شام، مکتبۃ دارالبیان 1399ھ) 1/364۔

[14] شاہ ولی اللہ، محدث دہلوی، حجۃ اللہ البالغۃ (لاہور، پاکستان، المکتبۃ السلفیۃ) 1/43۔

[15] الزخرف 43:32۔

[16] طہ 20:124۔

[17] سعیدی، غلام رسول، معاشرے کے ناسور (لاہور، فرید بک سٹال 38 اردو بازار) ص: 17۔

[18] الذاریات 51:19۔

[19] ایضاً، ص:24۔

[20] ایضاً، ص:11۔

[21] الاسراء 16:17۔

[22] سبا 35:34۔

[23] البقرۃ 177:2۔

[24] الازہری، کرم شاہ مقالات، (لاہور، ضیاء القرآن پبلی کیشنز 2015ء) 1/15 تا 19 ملخصاً۔

[25] ایضاً، ص:22۔

[26] التوبۃ 111:9۔

[27] بریلوی، احمد رضا خان، امام، فتاوی رضویہ (لاہور، رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ) 15/141۔

[28] الحشر 7:59۔

[29] القرآن 24:52۔